بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلحَمْدُ لله رَبِّ العَالَمِين وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجمَعِين ، وَبَعْدُ:

089: سورۃ الفجر کی مختصر تفسیر

سورۃ الفجر کی مختصر تفسیر، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

﴿وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴﴾ (قسم ہے فجر کی، اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی، اور رات کی جب وہ چلے)

﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵﴾ (کیا ان چیزوں کی قسم میں ہر عقلمند کے لیے عبرت ہے)

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝۸﴾ (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے ربّ نے کیا معاملہ کیا عاد کے ساتھ، اِرم کے ساتھ ستونوں والے، اُس جیسا شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا)

﴿وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝۱۰ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝۱۲﴾ (اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں سخت پتھر تراشے، اور میخوں والے فرعون کے ساتھ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی پھر اُن شہروں میں بہت فساد برپا کیا)

﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۱۳ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝۱۴﴾ (پس اُن پر تمہارے ربّ نے عذاب کا کوڑا ڈالا، بے شک تمہارا ربّ گھات میں ہے)

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝۱۵ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝۱۶﴾ (پس انسان کو جب اس کا ربّ آزمائے پھر اس کو عزت دے اور نعمت دے تو وہ کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے عزت دی، اور جب اُسے آزمائے اور اسے روزی اندازے سے تنگ کر دے تو وہ کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے ذلیل کیا)

﴿كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿١٨﴾ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾﴾ (ہرگز نہیں! بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور رغبت نہیں دیتے مسکین کو کھانا کھلانے پر، اور تم مال میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو اور مال سے محبت کرتے ہو بہت زیادہ محبت)

﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾﴾ (ہرگز نہیں! جب زمین کوٹ کوٹ کر پست کر دی جائے، اور آئے تمہارا ربّ اور آئیں فرشتے قطار در قطار اور اس دن جہنم لائی جائے گی اُس دن انسان سوچے گا اور اسے سوچنا کہاں نفع دے گا)

﴿يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾﴾ (کہے گا یہ انسان اُس دن کہ اے کاش! میں اپنی اس زندگی کے لیے پہلے نیک عمل بھیجتا)

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾﴾ (پس اُس دن اُس جیسا عذاب کوئی نہ دے گا نہ اُس جیسا باندھنا کوئی باندھ کر رکھے گا)

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾﴾ (اے نفس مطمئن! لوٹ چل اپنے ربّ کی طرف وہ تجھ سے راضی تُو اُس سے راضی، پس داخل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں)۔

سورہ الفجر مکی سورۃ ہے اور اس کی آیتیں تیس (30) ہیں اور اس سورۃ کا بنیادی پیغام بھی آخرت پر ایمان کے تعلق سے ہے، اور انسان کی حالت دنیا میں، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب سرکش نافرمانوں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کی ابتداء ایک خاص صیغے سے کی ہے صیغۃ القسم سے:

﴿وَالْفَجْرِ ﴿١﴾﴾ (قسم ہے فجر کی): اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اللہ تعالیٰ خالق ہے مالک ہے وہ ربّ ہے اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی قسم اللہ تعالیٰ اگر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کیونکہ ربّ ہے وہ خالق ہے تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے مخلوقات میں سے جس مخلوق کی قسم لے؛ خالق کے لیے تو یہ معاملہ درست ہے لیکن مخلوق نے قسم اگر کھانی ہے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھانی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات میں سے کسی بھی عظیم مخلوق کی قسم کھانا شرک سمجھا جاتا ہے شرعاً، غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے چاہے یہ غیر اللہ نبی ہو یا ولی ہو، یا فرشتہ ہو کوئی بھی ہو قسم کھانی ہے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالْفَجْرِ ①﴾ (قسم ہے فجر کی): فجر کے وقت کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ فجر کا وقت جو ہے اس کی خاصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس فجر کے نور سے رات کی ظلمتیں ختم ہو جاتی ہیں اور دن کا جو اُجالہ ہے وہ شروع ہو جاتا ہے، ایک تبدیلی ہے اندھیرے سے اُجالے کی طرف اور فضیلت کا وقت ہے؛ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فجر کا وقت بہت پسند تھا اس لیے جب سفر کرتے تو فجر کے وقت کا انتخاب کرتے۔

اور اس فجر کے تعلق سے دو باتیں اور بھی ہیں شرعاً:

(۱) کہ فجر کی نماز بھی اس میں شامل ہے جس کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "جس نے فجر کی نماز پڑھ لی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمے میں آگیا ہے"۔

(۲) اور فجر کی سنتوں کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا'': یعنی ساری کی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے فجر کی دو سنتیں جو فجر کے فرضوں سے پہلے پڑھی جاتی ہیں وہ سب سے افضل ہیں اور بہتر ہیں، خَیر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ قسم لیتا ہے: ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ ②﴾ (دَس راتوں کی قسم)۔

اور اِن دَس راتوں سے مراد جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے ذوالحجہ کے پہلے دَس دن ہیں، اور راتوں سے تعبیر اس لیے کی ہے کہ لوگ دَس دنوں کی تعظیم تو کرتے ہیں لیکن راتوں میں ان دَس دنوں ذوالحجہ کے پہلے جو دَس دن ہیں جن کی بہت بڑی فضیلت ہے اور پورے سال میں سب سے بہترین دن ہیں، راتوں میں کئی لوگ وہ عبادت اور اس دلجوئی سے عبادت نہیں کرتے جیسے کہ دن میں عبادت کرتے ہیں۔ یعنی دن میں بعض لوگ روزے بھی رکھتے ہیں، صدقات اور خیرات بھی ہوتے ہیں، نماز کا اہتمام بھی ہوتا ہے کیونکہ اُن کی شاید سمجھ میں یہ ہے کہ ذوالحجہ کے پہلے جو دَس دن ہیں دنوں کی فضیلت ہے راتوں کی نہیں ہے۔

دَس دنوں کے ساتھ یہ راتیں بھی شامل ہیں تو تعبیر راتوں سے کی گئی ہے، اور بعض مفسرین نے کہا کہ ان سے مراد رمضان کی آخری دَس راتیں ہیں، یہ بھی مفسرین کا ایک قول ہے؛ اور دونوں قول صحیح ہیں ترجیح بعض علماء نے ذوالحجہ کے دَس دنوں کی کی ہے، بعض علماء نے رمضان کی آخری دَس راتوں کی کی ہے۔ الغرض؛ یہ فضیلت کے دن ہیں ذوالحجہ کے دَس دن، اور فضیلت کی راتیں ہیں رمضان کی آخری دَس راتیں جو ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے قسم لی ہے ان راتوں کی اور ان دنوں کی عظمت بیان کرنے کے لیے۔

﴿وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ﴾(اور قسم ہے جفت اور طاق کی)؛ جفت سے مراد اور طاق سے مراد بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ساری مخلوقات یا جفت ہے یا طاق ہے۔ اور بعض مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ ﴿الشَّفۡعِ﴾ سے مراد مخلوقات ہیں، اور ﴿الۡوَتۡرِ﴾ کو "وِتر" بھی پڑھا گیا ہے وِتر بھی صحیح ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نام ہے "الوِتر" کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے؛ تو خالق اور مخلوق کی قسم بھی اس میں شامل ہے۔

﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ﴾(اور رات کی قسم جب وہ چلے)۔ سبحان اللہ انداز بیان دیکھیں کہ فجر سے بات شروع ہوئی عام وقت ہے اور یہ فجر جو ہے پورے سال میں آتی رہتی ہے، پھر دَس راتیں ہیں یہ زمانہ ہو گیا ہے۔

یہ دَس راتیں جو ہیں خصوصی طور پر ذوالحجہ کے پہلے دَس دن یا رمضان کی آخری دَس راتیں ہیں، پھر جو اس زمانے میں رہتے ہیں خالق اور مخلوق۔

اور پھر فجر سے لے کر رات کی بات ہوئی ہے: ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ﴾(اور رات کی قسم جب وہ چلے): رات بھی چلتی ہے کیسے چلتی ہے؟ وقت کے ساتھ ساتھ رات کی ابتداء ہوتی ہے سورج غروب ہونے سے، اور رات کی انتہا ہوتی ہے فجر کی آذان کے وقت جب سورج طلوع ہونے سے پہلے روشنی پھیل جاتی ہے مشرق کی طرف اور روشنی کا پھیلنا بڑھتا جاتا ہے تو جیسے ہی فجر کا وقت شروع ہوتا ہے (فجر صادق کا وقت) تو رات کا وقت ختم ہو جاتا ہے یعنی رات پوری رات اپنے سفر میں ہوتی ہے۔

یہ سفر دن بھی تو کرتا ہے نا فجر سے لے کر مغرب تک؟ یعنی فجر کی آذان سے لے کر مغرب کی آذان تک دن بھی سفر کرتا رہتا ہے تعبیر رات کی ہوئی ہے ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ﴾: کیونکہ رات میں بہت ہی عظیم چیزیں ہیں، دن میں تو انسان کام میں لگا رہتا ہے شاید اسے سوچنے کا یا تدبّر کا وقت نہیں ملتا لیکن رات کا وقت فضیلت کا وقت ہے جس میں مغرب کی نماز بھی ہے جس میں عشاء کی نماز بھی ہے جس میں تہجد کی نماز بھی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ رات کے آخری پہر میں السماء الدنیا پر نازل ہوتے ہیں (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے) کہ کوئی ہے سوال کرنے والا، کوئی ہے دعا کرنے والا، کوئی ہے استغفار کرنے والا۔

تو یہ سارے فضائل جو ہیں یہ اسی رات کے اندر موجود ہیں اور پہلے وقت سے لے کر آخری وقت تک یہ فضائل موجود ہیں (سبحان اللہ)؛ ابتداء مغرب سے ہوتی ہے فضیلت کا وقت ہے، پھر عشاء کا وقت ہے اور پھر عشاء کے وقت کے بعد سے لے کر فجر سے پہلے تک جو ہے یہ صلاۃ اللیل کا وقت ہے: ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ﴾۔

﴿هَلۡ فِىۡ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِىۡ حِجۡرٍ﴾(کیا ان چیزوں کی قسم میں عقلمند کے لیے کوئی عبرت کی بات ہے)۔

کیا یہ قسم معتبر ہے؟ لیکن بات کس کے لیے ہے: ﴿حِجْرٍ﴾: حجر کہتے ہیں دماغ کو کیونکہ انسان کو محصور کر دیتا ہے یہ دماغ (حجر سے)؛ اس لیے بُری چیز کہنے اور کرنے سے روک دیتا ہے، جس چیز سے شرم و حیاء آتی ہے یہ عقل اسے روک دیتی ہے۔

تو ان چیزوں کی قسم تو اللہ تعالیٰ نے لی ہے لیکن کیا عقلمندوں کے لیے اس میں کوئی عبرت ہے؟ بالکل ہے عبرت، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اگر آپ قرآن مجید کے سیاق اور سباق پر ذرا غور کریں مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں اُن کی عظمت بیان کرتے ہوئے، اور ہر سورۃ میں اگر سورۃ کا سیاق اور سباق دیکھ لیں آپ تو اس قسم کا اس سورۃ کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔

اب یہاں پر بہترین وقت چاہے عام ہو یا خاص ہو خالق اور مخلوق (مخلوق کی جتنی بھی قسمیں ہیں)۔

اور پھر اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴾: اب اس قسم کو بیان کرنے کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس دنیا میں رہنے والے بعض لوگوں اور بعض قوموں کا ذکر فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسری مخلوقات پر بعض چیزوں میں فوقیت بخشی ہے (یعنی وہ دیا جو دوسرے لوگوں کو نہیں دیا) مختلف قسم کی اللہ تعالیٰ نے طاقتیں عطا فرمائی ہیں؛ کسی کو بازوؤں کے زور کی طاقت ہے (جسمانی طاقت)، کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقل (ٹیکنالوجی) کی طاقت عطا فرمائی ہے، کسی کو اللہ تعالیٰ نے لشکر اور طاقت کی جو پاور ہے اسلحے کی پاور وہ عطا فرمائی ہے۔

تو مختلف لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف نعمتوں سے نوازا ہے اِن میں سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء جو ہے قوم عاد سے فرمائی ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ﴾ (اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا نہیں دیکھا تو نے)

﴿كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ (کہ تیرے ربّ نے عاد کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے)۔

آپ یہ جانتے ہیں کہ سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے طوفان کے بعد جس نبی کا ذکر آتا ہے سیدنا ہود علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، قوم عاد میں سے اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے "سیدنا ہود علیہ الصلاۃ والسلام"، اُن کے بعد پھر قوم ثمود کا ذکر آتا ہے۔ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قوم عاد کو جسمانی طاقت عطا فرمائی، اتنی زیادہ جسمانی طاقت تھی ان کے پاس کہ وہ پہاڑوں سے پتھر اٹھا اٹھا کر ساحل کی طرف لے کر آتے اور وہاں پر پھر ان کی عمارتیں بناتے پتھروں کی؛ آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے اس ٹیکنالوجی کے زمانے میں پہاڑوں کو کاٹنا کتنا مشکل ہے بڑی مشینری ہیوی مشینری ہوتی ہے اور کافی وقت لگ جاتا ہے بعض اوقات ڈائنامیٹ کا استعمال بھی ہوتا ہے یعنی اس کو توڑنے کے لیے؛ آپ دیکھیں کہ ہاتھوں کی طاقت سے صرف جسمانی طاقت سے پتھروں کو کاٹنا ہے اور ان پتھروں کو اٹھا کر کچھ گھر تعمیر کرنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ عاد کے ساتھ کیا کیا؟

جانتے سب ہیں، یعنی قریش بھی جب قرآن مجید نازل ہوا یہ سورۃ نازل ہوئی وہ بھی قوم عاد کا قصہ جانتی ہے؛ جتنی بھی پہلے قومیں گزر چکی ہیں اِن کے قصے سب جانتے ہیں کہ یہ ہوا کیا ہے؟!

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۞ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ﴾: ﴿اِرَمَ﴾ (ستونوں والے): بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ جگہ کا نام ہے، بعض فرماتے ہیں کہ یہ قبیلے کا نام ہے یا بستی کا نام ہے جہاں پر یہ لوگ رہتے تھے ستونوں والے سے معروف تھے جب لمبی عمارتیں بناتے تو مضبوط بناتے اور دور سے ان کے ستون نظر آتے۔

﴿الَّتِىۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِى الۡبِلَادِ﴾ (شہروں میں سے ایسے شہر کی تخلیق نہ کی گئی)، سبحان اللہ۔

بنایا کس نے ہے اس شہر کو؟ اسی قوم نے بنایا ہے لیکن بات خلق کی ہے تو خلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ مخلوق کی طرف ہی منسوب ہوتی ہے، اور خالق کی طرف کو خلق منسوب ہے وہ عدم سے ایجاد کرنا ہے معدوم کو اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے کن فیکون سے۔

مخلوق کی تخلیق کیا ہے؟ ایک موجودہ چیز کو ایک اور شکل دے کر اسے بنا دیتی ہے؛ یعنی یہ پلاسٹک کی بول دیکھیں یہ انسان کی تخلیق ہے انسان نے اس پلاسٹک کو ایک خصوصی پراسس کے اندر ڈال کر فیکٹری میں جا کر پھر اس کو پگھلایا گیا ہے پھر بنایا گیا ہے پھر اس کو یہ شکل دے کر اس کے اندر پانی بھر دیا ہے۔

خالق جلّ شانہ سبحانہ وتعالیٰ کی تخلیق جو ہے وہ عدم سے ہے، کوئی چیز موجود نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا وجود میں آ گیا، اب اس موجودہ چیز کو انسان کچھ تبدیلی لا کر اس کی شکل میں اس کی صورت میں یا کسی طریقے سے اسے بدل کر کوئی اور چیز اس میں شامل کر کے اس کی حقیقت کو تھوڑا تبدیل کر کے اس کو بھی تخلیق کہا گیا ہے یا تصنیع کہا گیا ہے یا صنع کہا گیا ہے۔ مصنع کیا ہوتا ہے؟ جہاں پر چیزیں بنتی ہیں پروڈکشن ہوتی ہے چیزوں کی۔

یہ تو پہلی قوم تھی کیا کیا اِن لوگوں نے؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جیسے آگے ذکر ہو گا۔

پھر دوسری قوم اس سے پہلے کہ اِن کی سزا بتائیں آپ سیاق دیکھیں کہ پہلی یہ قوم ہے اِن کے ساتھ کیا گیا تم جانتے ہو تو دیکھو کیا گیا ہے لیکن یہ قوم کیا تھی؟ ان کے پاس جسمانی طاقت تھی تو یہ قوم عبرت بن کر رہ گئی ہر اس شخص یا اس قوم کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی طاقت عطا فرمائی ہے اگر اُن کی پکڑ ہو سکتی ہے سرکشی نافرمانی کی وجہ سے تو تمہیں سوچنا چاہیے کہ تمہاری پکڑ بھی ہو سکتی ہے۔

دوسری قوم: ﴿وَثَمُوۡدَ الَّذِيۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ﴾

ایک ہی آیت ہے: قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا اپنے پیارے نبی کی بات کو نہیں مانا سرکشی پر اُتر آئے مخالفت کرتے رہے، شرک کرتے رہے کفر کرتے رہے، نافرمانیاں کرتے رہے اپنے نبی کا مذاق اُڑاتے رہے تہمتیں لگاتے رہے، الغرض اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا (آگے ذکر کرتے ہیں عذاب کا بھی اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے)۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ (اور قوم ثمود جنھوں نے وادی میں سخت پتھر تراشے)۔

قوم ثمود کی جگہ اس وقت مدائن صالح ہے اور مدائن صالح کی طرف ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی طرف جاتے ہوئے اس جگہ سے گزرے تو بعض صحابہ نے کنویں سے پانی نکالا پینے کے لیے اور بعض نے آٹا وہاں پر گوندھا اور کچھ برتن بھی تھے اُن کو استعمال کرنا چاہا، جب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اور جو پانی اور جو وہاں پر آٹا وغیرہ انہوں نے گوندھا تھا جو کچھ بھی تھا سب منع کر دیا اور برتن بھی توڑنے کا حکم دے دیا اور یہ فرمایا "کہ تم لوگ ایسی قوم کی جگہ پر ہو جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ہے جس نے اس جگہ کی طرف آنا ہے یا گزرنا ہے یا تو روتا ہوا آئے یا روتی ہوئی شکل بنا کر یہاں سے گزرے"۔

(یہ کوئی سیر و تفریح کی جگہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا عذاب اس قوم پر نازل ہوا ہے)۔

کتنے ہزار سال پہلے نازل ہوا لیکن (سبحان اللہ) اُن کی جو عمارتیں تھیں پہاڑوں کو تراش کر اپنے گھر بناتے تھے بعض تصوریں آپ دیکھتے ہیں گوگل سرچ میں دیکھیں مدائن صالح کی تصوریں جو ہیں اتنے خوبصورت طریقے سے آپ دیکھتے ہیں کہ پہاڑ لگتا نہیں ہے! کس طریقے سے تراشا ہے پہاڑ کو اس کی صفائی کس طریقے سے کی ہے جیسے یہ دیوار دیکھ رہے ہیں نا یعنی اس دیوار میں جو پلستر ہے اس سے بھی زیادہ آپ کو یعنی جو اِن کا کام ہے وہ نظر آئے گا، پورے پہاڑ کو تراشا ہوا ہے صاف کیا ہوا ہے اور اندر کمرے بنے ہوئے ہیں۔

کس چیز سے کیا ہے؟ جسمانی طاقت اور اس کے ساتھ ٹیکنالوجی بھی ہے عقل بھی ہے سوچ بھی ہے، انجینئرنگ ہے۔

اِن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اِن ہی میں سے جو اِن میں سب سے اچھے تھے سیدنا صالح علیہ الصلاۃ والسلام کو منتخب فرمایا نبی بنایا اور توحید کی دعوت کا حکم دیا؛ انہوں نے کہا ہمیں کوئی معجزہ چاہیے ہمیں کوئی ثبوت چاہیے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؟ اب تک ہمارے ساتھ عام آدمی تھے اب اس وقت کہتے ہو میں نبی بن گیا ہوں کوئی ثبوت تو ہوگا تمہارے پاس تمہاری نبوت کا؟؛ اور پھر اُن میں جو جس کے دل نے چاہا اب ثبوت بھی چاہیے اپنی مرضی کا بھی چاہیے۔

وہ پہاڑوں کو تراشتے تھے تو پہاڑوں کی طرف دیکھا چھوٹا سا پہاڑ تھا" بھئی ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم اس پہاڑ سے سُرخ اونٹنی نکالو جس کا قد اتنا ہو جس کا یعنی سائز اتنا بڑا ہو اور اس کے ساتھ اس کا بچھڑا بھی ساتھ ہونا چاہیے اور اس کی بھی یہ خصوصیات وصفات ہونی چاہیئں"؛ سبحان اللہ۔

اُن کے کہنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کا معجزہ اسی پہاڑ کے اندر سے پتھر سے اونٹنی کو کہاں نکلنا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کن فیکون ہے؛ جو وہ چاہتے تھے ویسے ہی اونٹنی وہاں سے نکلی اور ویسے ہی اس کا بچھڑا بھی ساتھ تھا، اتنی بڑی اونٹنی تھی کہ پوری قوم کا پانی ایک دن میں پی جاتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیں پھر پانی کا مسئلہ ہوا تو دن مقرر کر دیئے گئے کہ ایک دن اونٹنی پانی پیے گی اور ایک دن پوری قوم پانی پیے گی۔

جس دن میں اونٹنی نے پانی پینا ہے قوم نے کیا پینا ہے؟ اونٹنی کا دودھ پینا ہے، اللہ تعالیٰ نے محروم نہیں کیا خیر سے۔

مان گئے؟ نہیں! کہا جادوگر ہے یہ تو جادو کرتا ہے یہ کیسے مان لیں ہم!

ہٹ دھرمی دیکھیں کہ اونٹنی کو قتل کیا گیا اور بچے کو بھی قتل کیا گیا! (سبحان اللہ)؛ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر بھی نازل ہوا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ﴾ (اور میخوں والے فرعون کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا ہے)۔

فرعون: چھوٹی سی آیت ہے ذکر ہے فرعون کا، فرعون اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ ہے جس نے یہ کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا ربّ ہوں! اپنی قد و قامت بھول گیا، اپنی حقیقت کو بھول گیا، اللہ تعالیٰ نے پوری زمین دیکھ لیں آپ پورے گلوب میں سے مصر کا ایک ٹکڑا اسے دے دیا اور اسے بادشاہ بنا دیا؛ اُس سے رہا نہیں گیا اور کہہ بیٹھا کہ میں تمہارا سب سے بڑا ربّ ہوں! اللہ تعالیٰ نے فوراً نہیں پکڑا اُسے وقت دیا ہے سوچنے کا، اُسے مہلت دی ہے توبہ کرنے کی لیکن کیا اُس نے توبہ کی؟ اس مہلت سے اس زندگی سے کوئی فائدہ اٹھایا؟ مزید سرکشی پر اُتر آیا۔

ایک عجب بات دیکھیں آپ یعنی لمبا قصہ ہے فرعون کا اور سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ اُن سے جب فرعون نے قتل کرنے کا کہا ہوا کیا؟ فرعون نے کہا: ﴿ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۖ إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ﴾ (غافر: 26): عجب بات دیکھیں کہ مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو اپنی قوم سے کہتا ہے! اچھا قتل کیوں کرنا ہے؟ مجھے یہ خدشہ ہے مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ تمہارے دین کو بدل دے گا یہ زمین پر فساد برپا کرے گا! دین کیا تھا اُن کا؟ ﴿إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ﴾ یہ حریص ہے اپنے دین پر اپنی قوم کے دین پر حریص ہے دین کیا تھا اُن کا؟ فرعون نے کہا دین کیا

تھا؟اُن کا ربّ فرعون تھااور فرعون کی بات ماننااُن کے لیے دین تھا،دنیا کا سب سے بڑاسرکش انسان سب سے بڑانافرمان سب سے بڑاربوبیت کا دعویٰ کرنے والا وہ بھی کہتا ہے میرا دین ہے اوراس کی پیروی کرو:﴿اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ (غافر: 26):آگے کہتا ہے کہ میری پیروی کروگے میں تمہیں راہ راست دکھاؤں گا،راہ راست وہ ہے جس پر میں چل رہا ہوں۔

ایک عجب بات دیکھیں:﴿ وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ﴾: گھمنڈ دیکھا ہے کہ میں نے موسیٰ کو قتل کرنا ہے مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو اور وہ اپنے ربّ کو پکارنا چاہتا ہے تو پکارے وہ اگر بچا سکتا ہے تو بچالے اسے!

کیونکہ جب قصے کی بات آتی ہے سانپ کا جو معجزہ ہے پھر ید بیضاء کا معجزہ جو ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ قتل کیوں نہیں کیا پھر؟اتنا بڑاسرکش انسان ہے قتل تو کرنااس نے چاہااللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ مومن میں (سورۃ غافر بھی کہتے ہیں) ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک دعاپڑھی کیا دعا ہے کوئی جانتا ہے؟﴿اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾(اے میرے ربّ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اس متکبر کے شر سے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا) (غافر: 27)۔یہ عظیم دعا ہے جب بھی کسی ایسے شخص سے ٹاکرا ہو یہ دعاپڑھ لیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا(سبحان اللہ)۔

﴿اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾:ہر متکبر!کوئی گھمنڈی متکبر ہو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے یہ دعاپڑھ کر دیکھو:﴿اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾:یہ سورۃ غافر میں موجود ہے پڑھ لینا۔

ہوا کیا آسمان سے بجلی نازل ہوئی حفاظت کے لیے؟جیسے فرعون نے چیلنج کیا اس کو جواب بھی ویسا ہی ملا،اُسی کی قوم میں سے ایک شخص مومن آل فرعون اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ ایسے جواب دیتا ہے واللہ عقل والے حیران ہو جاتے ہیں کہ اتنا علم اور اتنی پیاری باتیں حکمت کی باتیں!ایسا شخص جس کو کوئی جانتا بھی نہیں اس کا نام تک بھی کوئی نہیں جانتا کہ کون ہے لیکن لقب کیا ہے؟﴿مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾(غافر: 28):کتنا بڑاپیارا لقب ہے اس کا کہ آل فرعون میں سے مومن انسان!۔

ایک مومن آل فرعون میں سے اسی کے ساتھیوں میں سے،اسی کی قوم میں سے،اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے فرعون کے آمنے سامنے، اب ایسے جواب دیتا ہے کہ فرعون کے پاس کوئی جواب باقی نہیں رہتا،اب جس نے اللہ کے پیارے نبی کو قتل کرنا تھا اب اس

مصیبت میں وہ پھنس گیا ہے لاجواب ہوتا جارہا ہے اور سب کے سامنے ذلیل وخوار ہو رہا ہے! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اپنے پیاروں کی حفاظت جب کرتا ہے تو پھر ایسے ہی کرتا ہے۔

الغرض مومن آل فرعون نے جب باتوں باتوں میں یہ کہا کہ مجھے تم لوگوں پر ڈر ہے کہ تمہارے ساتھ وہ معاملہ نہ ہو جو احزاب کے ساتھ معاملہ ہوا ہے؛ احزاب کون ہیں؟ جو پہلی قومیں گزر چکی ہیں قوم عاد اور قوم ثمود جن کا ذکر یہاں پر بھی ہو رہا ہے۔

یعنی وہ بھی جانتے تھے فرعون بھی یہ قصے جانتے تھے اور بعد میں آنے والے بھی جانتے تھے اور قریش بھی جانتے تھے کیا فرعون کو عبرت تھی ان قصوں میں؟ ﴿اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾: وہ بھی جانتے تھے کہ عاد کے ساتھ کیا ہوا کوئی عبرت نہیں تھی! اب فرعون نے عبرت اُن سے نہیں لی اب یہاں پر فرعون بھی عبرت بن گیا دوسروں کے لیے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا تا قیامت! (اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے)۔

جو بھی سرکشی پر اُتر آتا ہے اور توبہ نہیں کرتا جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب اس پر نازل ہوتا ہے وہ بھی عبرت بن جاتا ہے دوسروں کے لیے! نام بعض لوگوں کے اور بعض قوموں کے موجود ہیں نہ جانے اور کتنے لوگ اور قومیں آئی اور گئی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عذاب میں پکڑا ہے!

انہوں نے کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الَّذِيۡنَ طَغَوۡا فِى الۡبِلَادِ﴾ (جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی)۔

"طغیان، طغیٰ": یعنی حد سے گزر گیا، سرکشی کی ہے۔ سرکشی کیسے ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہوتی ہے، سب سے بڑی نافرمانی شرک اور کفر ہے۔

﴿فَاَكۡثَرُوۡا فِيۡهَا الۡفَسَادَ﴾: اتنی سرکشی کی ہے کہ فساد ہی نہیں بلکہ فساد کثیر برپا کیا ہے زمین پر (فساد ہی فساد)۔

فساد دو قسم کا ہوتا ہے: ایک ہوتا ہے حسّی فساد، ایک معنوی فساد ہوتا ہے۔

"محسوس فساد": کہ لوٹ مار ہے، کرپشن ہے، اور دنیا میں تنگی ہے، چوری چکاری ہے، زناکاریاں ہیں بدکاریاں ہیں، یہ سارے کے سارے جو فساد ہیں جن میں انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ کچھ فساد ہوا ہے۔

"معنوی فساد": ہر نافرمانی ہے اور یہ سب سے بڑا فساد ہے اور سب سے بڑی نافرمانی شرک کی ہے شرک سب سے بڑا فساد ہے، کفران بڑے فسادوں میں سے ہے، بدعقیدگی، غلط مناہج کی تعلیمات، یہ سب فساد میں سے ہے اور یہ لازم اور ملزوم ہے؛ جب معنوی فساد شروع ہوتا ہے تو حسّی ظاہری فساد لازمی ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے دیکھیں آپ کہ امت کہاں پر پہنچی ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: 41): فساد ظاہر ہوا خشکی میں اور تری میں کیوں؟

﴿بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾: لوگوں کے ہاتھوں نے کیا کمایا ہے؟ نافرمانی ہے۔ یہ کون سا فساد ہے؟ معنوی فساد ہے؛ جو ظاہر ہوا ہے وہ حسّی فساد ہے تو دونوں لازم اور ملزوم ہیں۔

بس انہوں نے فساد کثرت سے کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ نے پکڑنا تھا:

﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ (تیرے ربّ نے اُن پر عذاب کا کوڑا پھینکا ﴿سَوْطَ عَذَابٍ﴾)۔

سوط لکڑی کو کہتے ہیں کوڑے کو کہتے ہیں، مارنے والی چیز کو کہتے ہیں؛ ایک عذاب سے پوری قوم ہلاک ہو گئی!

قوم عاد جسمانی طاقت والے اللہ تعالیٰ نے اُن پر جو عذاب مسلط کیا ہے خوفناک عذاب ہے:

﴿بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ (الحاقة: 6): کتنے دن؟ سات راتیں اور

﴿وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾ (الحاقة: 7): اور آٹھ دن مسلسل۔

ہم آندھیاں دیکھتے ہیں طوفان دیکھتے ہیں ایسی آندھی اور ایسا طوفان آیا کہ اُن کے سَر اُن کے جسم سے الگ ہو گئے!

جو پہاڑوں کو تراشنے والے تھے پہاڑوں کو کاٹنے والے تھے اُن کے جسم کیسے ہوں گے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ﴿سَوْطَ عَذَابٍ﴾۔

قوم ثمود: ﴿فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾ (الحاقة: 5): یہ عذاب کا ایک جھٹکا آیا ہے اس جھٹکے سے ختم ہو گئے۔

فرعون کو اللہ تعالیٰ نے غرق کیا ہے اور اس کا لشکر اس کی پاور جو طاقت ہے اقتدار کی طاقت کوئی کام نہ آئی: ﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (تیرا ربّ گھات میں ہے)۔

یعنی جو بھی ایسا عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چھوڑے گا نہیں، ہاں ڈھیل دے گا؛ اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے پھر اسے چھوڑتا نہیں ہے۔

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ﴾ (پس انسان کو جب اس کا ربّ آزمائے پھر اس کو عزت دے اور نعمت دے تو وہ کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے عزت دی) ﴿وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ

رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴾(اور جب اسے آزمائے اور اسے روزی اندازے سے تنگ کردے تو وہ کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے ذلیل کیا ہے)۔

انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ انسان کو دو حالتوں سے آزماتا بھی ہے، یا خیر کی یا شر کی۔

یہاں پر ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ ذکر فرمارہے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جب کسی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ میں اس کا حقدار ہوں اللہ کا کوئی کرم نہیں ہے میرے اوپر (نعوذ باللہ)۔

میں اس کا حقدار ہوں یہ میرا حق ہے نہیں ملے گا تو مجھ پر ظلم ہو گا، اللہ تعالیٰ اسے نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے اور وہ مزید تکبر اور گھمنڈ میں پھیلتا جاتا ہے، جو اُس نے کرنا تھا اس نے نہیں کیا اور جو نہیں کرنا تھا اس نے وہ کر دکھایا، شکر کرنا تھا اپنے ربّ کی نعمتوں کا اعتراف اقرار کرنا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے مزید عطا فرماتا لیکن ناشکری کا راستہ اختیار کیا نافرمانی کا راستہ اختیار کیا اپنے ربّ کو ناراض کر بیٹھا!

دوسری صورت تنگی کی ہے کہ رزق میں تنگی ہے، صحت میں تنگی ہے، اولاد میں تنگی ہے یا دنیا میں کسی چیز میں تنگی ہے کوئی نہ کوئی شر ہے کوئی نہ کوئی نقصان ہے؛ تو جب یہ معاملہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس تنگی سے آزماتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے ذلیل کیا ہے مجھ پر ظلم کیا ہے میرے ربّ نے، صرف مجھے تکلیفیں کیوں ہیں دوسروں کو کیوں نہیں ہوتیں؟! نقصان صرف مجھے کیوں ہوتا ہے باقی بھی تو لوگ ہیں اُن کو نقصان کیوں نہیں ہوتا ہے؟! تو یہ سراسر میرے اوپر ظلم ہے (نعوذ باللہ)۔

اللہ تعالیٰ نے اس لیے اسے تنگی دی تاکہ اسے آزمائے اور اس آزمائش میں اس تنگی میں اس نے صبر کرنا تھا، اگر صبر کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کی تنگی کو دور بھی کر دیتا اور آخرت میں اس سے زیادہ عطا فرماتا، اسی تنگی میں اس کے دل میں سکون آتا، اسی تنگی میں دنیا اس کی پوری کشادہ ہو جاتی، اسی تنگی میں اسے کوئی تکلیف نہ ہوتی اسی تنگی میں اسے کوئی نقصان نہ ہوتا اور اسی تنگی میں اس کے دل کے اندر ایمان کا نور اور مزید بڑھ جاتا، لیکن جب بے صبری کا راستہ اختیار کیا اور کفریہ الفاظ زبان سے نکالے، یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظلم کیا ہے، یہ کفر ہے۔

یہ لازم نہیں ہے کہ بُری تقدیر پر انسان راضی ہو (دو چیزیں ہیں، ایک ہے بُری تقدیر پر صبر کرنا ایک ہے اس سے راضی ہونا)؛ صبر کرنا فرض ہے اور اس سے راضی ہونا مستحب ہے لیکن اس کے علاوہ جو راستہ بے صبری کا ہے وہ جائز نہیں ہے شرعاً یہ کفر تک بھی جاسکتا ہے (اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَلَّا﴾ ہر گز نہیں: بات ایسی ہے ہی نہیں جیسا کہ تم کہتے ہو؛ ﴿بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ﴾: جب عزت اور اکرام کی بات کرتے ہو اے انسان! تو اپنا حال تو دیکھ لے کہ تو کیا کر رہا ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ﴾: تم یتیموں کی عزت نہیں کرتے (یتیم کی عزت کہاں کرتے ہو؟!)۔

یتیم معاشرے کا کمزور ترین سمجھا جاتا ہے، معاشرے میں یتیم جو ہے وہ بچہ بلوغ سے پہلے جس کا باپ مر جائے اسے یتیم کہتے ہیں، پورے معاشرے میں سب سے کمزور یہ بچہ ہوتا ہے لڑکا ہو یا لڑکی ہو اور اس یتیم کا حق ہے ہمارے اوپر کہ اس کی عزت کی جائے اس کا خیال رکھا جائے کیونکہ اس کے سر پر سے جس نے اس کی عزت کرنی تھی اس کا سایہ سر سے چلا گیا ہے اب اس معاشرے پر یعنی اس بچے کا اس معاشرے پر حق ہے کہ وہ اس کی عزت کرے وہ اس کو عزت دے وہ اس کا خیال رکھے؛ کیا تم ایسا کرتے ہو اے انسان؟! جب عزت کی بات کرتے ہو ظلم کی بات کرتے ہو تم دیکھو تم کیا کر رہے ہو؟! معاشرے میں دوسرا جو کمزور انسان ہے وہ ہے مسکین:

﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (اور ایک دوسرے کو تم لوگ مسکین کو کھلانے پر آمادہ بھی نہیں کرتے ہو)؛ رغبت نہیں دلاتے ایک دوسرے کو کہ یہ مسکین ہے چلو اس کی ہم مدد کر دیں، یہ بھوکا ہے اس کو کچھ کھلا دیں۔ مخلوق تو یہ کام کر سکتی ہے خالق پاک ہے اس چیز سے اس لیے ہم تسبیح کرتے ہیں: سبحان اللہ سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔

یہ عیب کی باتیں ہیں اے انسان! تو خود تو کرتا ہی ہے یہ چیزیں اور منسوب اپنے ربّ کی طرف کرتا ہے! اور اس سے بڑھ کر:

﴿وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا﴾: ﴿التُّرَاثَ﴾: مال میراث جو انسان مرنے کے بعد چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

جب کھانے کی بات آئی ہے مسکین کو تم کھانے کی رغبت نہیں دلاتے جب تم کھانے کو آتے ہو تو مال میراث سارا کھا کر جاتے ہو اور سارا کھانا چاہتے ہو یہاں تک کہ بھائی بھائی کو بھی ورثے میں سے نہیں دینا چاہتے جھگڑا ہو جاتا ہے، سگا بھائی بھی اپنے باپ سے ناراض ہو جاتا ہے، اگر مر گیا تو اسے کوستا رہتا ہے کہ ہمارے لیے چھوڑا ہی کچھ نہیں ہے کیا کیا ہے زندگی بھر تم نے ہمارے لیے؟!

﴿وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا﴾: سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو اس میراث کو۔

﴿وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾: اور مال سے اتنی محبت کرتے بہت زیادہ محبت کہ سب کچھ بھلا دیتے ہو۔

پورا دل لگا ہوا ہے اس مال کے ساتھ مال چھوڑ نہیں سکتے، سکون نہیں ہے اطمینان نہیں ہے زندگی میں صرف مال سے دل جڑا ہوا ہے کہ مال صرف کمانا کیسے ہے، مال صرف آنا چاہیے کہاں سے آ رہا ہے کیسے آ رہا ہے کوئی پرواہ نہیں ہے حرام سے یا حلال سے،

اپنے ربّ کو ناراض کرنا ہے مال آنا چاہیے، اور اس مال پر اتنے حریص ہیں کہ خرچ کرتے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں کانپتے ہیں جب بغیر کسی اپنے مفاد کے لیے اللہ کے نام پر کوئی دینا چاہتا ہے اس لیے نہ تو مسکین کے کھانے کے لیے رغبت دلاتے ہیں کسی کو، نہ یتیم کا اکرام کرتے ہیں یا عزت کرتے ہیں اور نہ مال میں کچھ صرف کرتے ہیں۔

﴿كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا﴾: ہر گز نہیں! یہ سب ختم ہو جائے گا سب چلا جائے گا تمہارا مال بھی تمہارا میراث بھی، تمہاری زندگی جیسی بھی ہے سب ختم ہو جائے گی، ایک وقت آئے گا جب زمین کو کوٹ کوٹ کر پست کر دیا جائے گا، یہ وقت آنے والا ہے اور اس دنیا سے ہم سب نے جانا ہے۔

﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾: زمین کا خاتمہ ہو گیا ہے آسمان کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

دوبارہ سے زندگی ہمیں ملی ہے ہمیں دوبارہ زندہ کیا گیا ہے، ہمارے ربّ نے ہمیں دوبارہ زندہ کیا ہے اب اس وقت ہم نے عمل نہیں کرنا ہے اس وقت ہم نے حساب دینا ہے اب حساب کا وقت آ گیا ہے۔

حساب کون لے گا ہم سے؟ کیسے حساب ہو گا؟

﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ﴾(اور تمہارا ربّ آئے گا)

﴿وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾(اور فرشتے بھی آئیں گے قطار در قطار)۔

اللہ تعالیٰ آئے گا قیامت کے دن حساب کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے، فرشتے بھی آئیں گے اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفوں میں کھڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوق فرشتے سب صفوں میں کھڑے ہوں گے؛

﴿وَجِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ﴾(اور اس دن جہنم کو بھی لایا جائے گا)۔

﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝۳۵﴾(اس دن انسان کو سب کچھ یاد آ جائے گا جو وہ پہلے کر چکا ہے) (النازعات: 35):

اس کی سعی جو دنیا میں وہ کر رہا ہے، اس وقت جو ہم کر رہے ہیں اس دن سب ہمارے سامنے آ جائے گا، خیر کرنے والے کے سامنے خیر آ جائے گا اور شر کرنے والے کے سامنے شر آ جائے گا۔

اور اس میں ایک بات یاد رکھیں ہمیشہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے، عقیدے کے اصولوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان رکھنا۔

اور اہل بدعت نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے "کہ تمہارے ربّ کا حکم آئے گا"۔اللہ تعالیٰ کے حکم کو کیا کہتے ہیں عربی میں؟ "أمرُ رَبِّكَ"۔"وَجاءَ أمرُ رَبِّكَ ، وَجاءَ رَبُّكَ"فرق ہے دونوں میں کہ نہیں؟اور عربی زبان کی فصاحت جیسی کوئی اور زبان ہے ہی نہیں۔اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے: ﴿وَّ جَآءَ رَبُّكَ﴾: عقل پرستوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسے آئے گا اس کے لیے تو پھر عرش کو چھوڑنا ہے جگہ کو چھوڑنا ہے یا موومنٹ ہوتی ہے، پھر جسم لازم ہے، پھر یہ لازم ہے پھر وہ ملزوم ہے! اور عقل کی مار ہی کھا گئے! جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں آؤں گا قیامت کے دن، ہم نے کہا ہے آمنا و صدقنا۔

کیسے آئے گا اللہ تعالیٰ؟ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ کیسے آئے گا وہ عرش کو چھوڑے گا کہ نہیں چھوڑے گا یا کیا کرے گا؟ نہیں! اس کا تعلق غیب سے ہے اور جب ہم غیب کی بات کرتے ہیں تو پھر کیفیت کا سوال جائز ہی نہیں ہے۔

اور یہ قاعدہ یاد رکھ لیں جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا:

﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ۝۵﴾(طه: 5)کیف استوی؟"۔

الرحمٰن عرش پر مستوی ہوا کیسے مستوی ہوا؟ شدید غصہ آیا اور تھوڑی دیر خاموشی کے بعد کیا فرمایا؟

"الإستواء معلوم"(استواء کا معنیٰ تو معلوم ہے جس میں بلندی کا معنیٰ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہوا)

"والكيف مجهول"(کیفیت غیر معلوم ہے مجہول ہے)۔استواء کیوں معلوم ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے اور عربی زبان میں استواء کا معنیٰ معروف ہے اور یہ قرآن مجید عربی زبان میں ہی نازل ہوا ہے کسی اور زبان میں نہیں ہے یہ۔تو کیسے معلوم نہیں استواء تو معلوم ہے، کیفیت اللہ تعالیٰ نے خود بیان نہیں فرمائی ہے کیفیت مجہول ہے غیر معلوم ہے:

"والإيمانُ به واجِب"(اور اس پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے یہ واجب ہے فرض ہے ہر مسلمان پر کہ وہ یہ عقیدہ رکھے)

"والسؤالُ عنه بدعة"(یہ سوال کرنا بدعت ہے)؛ کیونکہ اس سوال کرنے کی کوئی دلیل ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہے، یہ سوال کرنا ہی بے ادبی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اور صحابہ کی شان میں بھی بے ادبی ہے وہ کیسے؟ کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی صحابہ نے بھی سنی آیت کہ نہیں سنی؟ سنی ہے۔ کیا انہوں نے سوال کیا "کیف استوی؟"۔اگر ان کی سمجھ میں نہیں تھا کیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مزید اپنی طرف سے کچھ اور سمجھایا ہے کیفیت کے تعلق سے؟ نہیں!

سب سے زیادہ اپنے ربّ کی معرفت کون رکھتا ہے نبی کے بغیر کوئی رکھنے والا ہے ؟ اور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی جانتا ہے ؟ کوئی نہیں جانتا ہے۔

توسب سے بڑے عالم نے بیان نہیں فرمایا، سب سے بڑے طالب علم نے سوال نہیں کیااوران کے بعد میں کوئی آکر کہتا ہے کہ کیفیت لازم ہوتی ہے اور جسم لازم آتا ہے، سمت لازم آتی ہے موومنٹ لازم آتی ہے، یہ لازم آتا ہے وہ لازم آتا ہے ! یہ بے ادبی ہے۔توجو بھی یہ سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے باب میں یہ قاعدہ یاد رکھ لیں: اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے رات کے آخری پہر میں نزول معروف ہے کہ نہیں؟ نزول معروف ہے، معنیٰ معروف ہے اوپر سے نیچے۔

کیفیت معلوم ہے کیا؟ کیسے نازل ہوگا یہ فرمایا ہے؟ نہیں فرمایا ہے کہ کیسے نازل ہوگا؛ ایمان فرض ہے سوال بدعت ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آئے گا﴿ وَّ جَآءَ رَبُّكَ ﴾: آنے کا کیا مطلب ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ آئے گا قیامت کے دن معروف ہے۔

کیسے آئے گا معلوم ہے ؟ مجہول ہے ؛ ایمان واجب ہے سوال کرنا بدعت ہے، اور اسی طریقے سے جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں۔الغرض؛﴿ وَجِایْٓءَ یَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ﴾(جہنم کو بھی لایا جائے گا): اب جہنم کی کیفیت معلوم ہے کہ کیسے لایا جائے گا، حدیث میں آیا ہے کہ ستّر ہزار لگام ہوگی ہر لگام پر ستّر ہزار فرشتہ ہوگا: یہ کیفیت ہے کہ نہیں؟

ہم کیوں کیفیت یہاں پر بیان کررہے ہیں اگرچہ جہنم کا معاملہ بھی علم غیب سے ہے؟ کہ یہاں پر دلیل موجود ہے۔

خالق کے تعلق سے (جل شانہ سبحانہ وتعالیٰ) اس کی کوئی دلیل ہی نہیں ہے کیفیت کی۔

اور ہمیں کیا حکم دیا گیا ہے؟ کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے تعلق سے جب بات کرنی ہے تو بغیر علم کے بات نہیں کرنی، بہت بڑا گناہ ہے سب سے خطرناک بات ہے "القول علی اللہ بغیر علم": بعض علماء نے کہا ہے کہ شرک کے برابر ہے بعض نے کہا ہے کہ شرک سے بھی بدتر ہے۔کیونکہ شرک کی اصل وجہ کیا ہے؟ یہی ہے۔نافرمانی کی کفر کی نفاق کی جتنی بھی نافرمانیاں ہیں سب کی وجہ کیا ہے؟ یہی تو ہے "القول علی اللہ بغیر علم" (بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے تعلق سے بات کرنا)۔

جہنم کو لایا جائے گا انسان کی حالت کیا ہوگی؟

﴿ یَوْمَىِٕذٍ ﴾(اُس دن) ﴿ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴾: انسان اُس دن سمجھ لے گا لیکن یہ سمجھنا اس کے لیے کوئی فائدہ مند ہوگا؟ کوئی فائدہ مند نہیں ہوگا۔کیوں فائدہ مند نہیں ہے؟ کیونکہ یہ وقت عمل کا وقت ہے ہی نہیں، فائدہ تب تک ہے جب تک عمل کا وقت باقی ہے ایمان کا وقت عمل کا وقت علم کا وقت یہ زندگی ہے اس زندگی کے بعد مرنے کے بعد یہ وقت ختم

ہو جاتا ہے اور حساب کا وقت شروع ہو جاتا ہے؛ حساب کا قبر سے شروع ہوتا ہے، سوال قبر سے شروع ہوتے ہیں اور پھر میدان محشر میں بھی سوال ہیں اور پھر انجام ہے۔

دوسری آیت میں آیا ہے: ﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ﴾: جو وہ کر چکا ہے وہ بھی اس کی سعی اس کے سامنے آجائے گی، دیکھے گا۔ دیکھے گا کیوں؟ حسرت ہے!

اگر کوئی کہے کہ بھئی کوئی بُرائی نظر آگئی ہے چھوٹی سی بات ہے آپ یہ دیکھیں:

﴿لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا﴾(الکھف: 49)؛ کہ نامۂ اعمال جو ہے چھوٹی بات پہلے اس میں درج ہے بڑی بات سے۔ یعنی کسی نے کسی کو غلط الفاظ بیان کیے ہیں یا گالی دی ہے پھر لعنت بھی بھیجی ہے تو دونوں چھوٹی گالی بڑی گالی سب اس میں شامل ہے، کسی کا مذاق اڑایا ہے پھر اس پر یعنی تہمت لگائی ہے یا جھوٹا الزام لگایا ہے سب درج ہے اور یہ سب سامنے آجائے گا:

﴿وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ﴾: اب وقت نہیں ہے پچھتانے کا اب یہ پچھتانا یہ سمجھنا نفع بخش نہیں ہے اس بندے کے لیے۔

کیا کہے گا اس وقت جب یہ سب چیزیں اپنی آنکھوں سے دیکھے گا جہنم اس کے سامنے کھولتی ہوئی نظر آرہی ہے؟

﴿يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي﴾(کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا!)۔

بھیجنے کا وقت یہ ہے جب ہم یہ سن رہے ہیں جب ہم یہ پڑھ رہے ہیں؛ صحابہ بھی سن رہے تھے مومن بھی سن رہے تھے، کافر بھی سن رہے تھے قریش بھی سن رہے تھے سب سن رہے تھے، آج ہم بھی سن رہے ہیں (اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے)۔

﴿يَقُولُ يَا لَيْتَنِي﴾ ندامت ہے؛ "یالیت": کاش کہ ایسا ہوتا! اور یہ انسان کب کہتا ہے؟ جب وہ ایسا کرتا نہیں ہے پہلے، جب اسے موقع ملتا ہے کرتا نہیں ہے پھر جب سامنے معاملہ آجاتا ہے مصیبت آجاتی ہے پھر کہتا ہے کہ کاش میں ایسا نہ کرتا ویسا کرتا! تو ندامت کا اظہار ہے؛ ﴿قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي﴾ اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجتا۔

ارے مر تو چکے تھے زندگی کہاں سے آگئی؟! اب یقین ہے اسے کہ یہ ہمیشہ کی زندگی ہے وہ تو وقتی طور پر زندگی تھی۔ وہ کون سی؟ یہ جس میں آج ہم زندہ ہیں جس کی ہمیں شاید کوئی قدر نہیں ہے، وقت ضائع ہوتا ہے اور اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی ہے ہمیں!

ایک ریال کو ہم گن گن کر رکھتے ہیں، ایک ایک روپے کو ہم گن گن کر رکھتے ہیں سنبھالتے ہیں اور ایک وقت آئے گا جب ریال روپیہ کچھ نہیں رہے گا وہاں پر صرف یہ اعمال ہوں گے حسنات اور سیئات حساب کے وقت میں، اور ان حسنات اور سیئات کے لیے وقت درکار ہے جو آج ہمارا بے حساب ضائع ہو رہا ہے (إلا من رحمه الله سبحانه وتعالىٰ)۔

﴿ فَيَوْمَىِٕذٍ﴾: ابھی اس دن میں اور بھی کچھ باقی ہے: ﴿فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ﴾: اب حسرت کا وقت ختم ہو گیا ہے ندامت کا وقت ختم ہو گیا ہے "پس اس دن اس جیسا عذاب کوئی نہ دے گا"۔

اور دوسری قرأت میں: ﴿ لَّا يُعَذِّبُ ﴾ ولا يُعذَّبُ: "يُعذَّبُ": یعنی جیسے کہ اسے عذاب دیا جا رہا ہے کسی اور کو نہ دیا جائے گا، وہ شخص محسوس کرے گا کہ جو عذاب مجھے مل رہا ہے کسی اور کو ملا ہی نہیں ہے چاہے کم سے کم عذاب نہ ہو جہنم کا اس کے لیے وہ سب سے بڑا عذاب ہے۔

اور دوسری قرأت ہے: ﴿فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ﴾: یعنی عذاب اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب دینے جیسا کوئی عذاب دینے والا نہیں ہے؛ دنیا میں جتنے بھی عذاب موجود ہیں دنیا کے اعتبار سے یا سب سے بڑا ظالم جابر جو عذاب دیتا ہے اللہ تعالیٰ عذاب کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے! نعوذ باللہ۔

﴿وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ﴾: اور اس جیسا باندھنا کوئی نہیں باندھے گا (قید کر دیا جائے گا جہنم میں)۔

ساری دنیا میں اگر کوئی شخص قیدی ہو جائے تو آخرت کے سامنے ایک لمحہ بھی نہیں ہے کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ یہ وقتی طور پر ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے ہے؛ اللہ تعالیٰ کا پکڑنا اللہ تعالیٰ کا جکڑنا، اللہ تعالیٰ کی قید (نعوذ باللہ) جیسی کسی کی قید نہیں ہے! ﴿لَا يُوْثِقُ﴾، ﴿وَّلَا يُوْثَقُ﴾: دونوں قرأت درست ہیں یعنی اللہ تعالیٰ جیسے پکڑتا ہے کوئی پکڑنے والا نہیں، اور جس کو پکڑا گیا ہے اس جیسا کوئی پکڑا جانے والا نہیں (سبحان اللہ)۔

آخر میں خوشخبریاں:

﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ﴾: مرناسب نے ہے لیکن موت اگر اس طریقے سے آتی ہے تو اس سے بہتر پھر کیا ہے؟!

﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ﴾: جب روح فرشتہ قبض کرے گا تو اس مومن کی روح قبض کرتے وقت یہ خوشخبری سنائے گا۔

"اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ" (نکلو اے مطمئن اطمینان والی نفس!)۔ کہاں جانا ہے؟ اپنے ربّ کی طرف جانا ہے جو آج تجھ سے راضی ہے خوش ہے تجھ سے:

"وربٍّ راضٍ غيرِ غضبانَ" جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آج تیرا ربّ تجھ سے راضی ہے نکلو اس جسم سے اب اس دنیا کو چھوڑنے کا وقت آیا ہے، جو بھی تکلیفیں ہیں سب دور سب ختم؛ جب یہ نفس اس خوشخبری کو سنے گی تو فوراً نکلنے کے لیے تیار ہو جائے گی۔

﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝﴾ (النازعات: 1-2)۔ کیا مطلب ہے ﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ کا؟

کہ مومن کی روح فرشتے جب قبض کرتے ہیں تو بڑی آسانی سے یہ روح نکلتی ہے۔آسانی سے کیوں نکلی ہے؟یعنی بعض مفسرین فرماتے ہیں جیسا کہ مشکیزے سے پانی کا قطرہ گرتا ہے کتنی تیزی سے گرتا ہے آسانی سے نکلتا ہے اس مومن کی روح ایسے نکلتی ہے۔

نفس مطمئن ہے دنیا میں اطمینان تھا، ایمان کا اطمینان، توحید کا اطمینان، سنت کا اطمینان، صحیح منہج پر قائم تھے یہ اطمینان ہی اطمینان ہے، توحید اور سنت کے نور سے اس دنیا میں رہا ہے صحیح منہج کو اپنایا ہے، شرک بدعات خرافات اور باطل مناہج سے دور رہا ہے زندگی ساری، اپنے ربّ کا فرمانبر دار رہا ہے نافرمانی کا راستہ جانتا ہی نہیں ہے، اگر نافرمانی ہو گئی تو توبہ فوراً کر لیتا ہے کیونکہ بشر ہے مسکین ہے حقیر ہے فقیر ہے معصوم نہیں ہے، دنیا میں اسے اطمینان و سکون ملتا رہا اسی ایمان اور توحید اور سنت کی وجہ سے آخرت میں بھی ملے گا لیکن مرتے وقت بھی اسے سکون مل رہا ہے اس خوشخبری سے: ﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ﴾۔

﴿ارۡجِعِىۡۤ﴾ (واپس لوٹ چل): واپس انسان کہاں لوٹتا ہے اپنے گھر میں لوٹتا ہے یا بازار کی طرف لوٹتا ہے؟ ہم بازار جاتے ہیں شاپنگ کے لیے یا اپنی جاب پر جاتے ہیں تو لوٹ کر گھر ہی جاتے ہیں نا واپس؟ ارے تمہارا گھر وہی جنت ہے، یعنی تمہاری جگہ جو ہے وہ ہے جس پر تمہارا ربّ راضی ہے؛ ہم اس جنت سے نکالے گئے تھے نا ہماری جگہ وہ ہے یہ جگہ نہیں ہے ہماری اس لیے: ﴿ارۡجِعِىۡۤ﴾ (واپس لوٹ چل)۔ارے لوٹ کر کہاں چلنا ہے؟اب خوشخبری ہے۔

پہلی خوشخبری: ﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ﴾،

دوسری: ﴿ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ﴾ (اپنے ربّ کی طرف واپس لوٹ کر چل): تمہارا ربّ ہے۔

جب یہ خوشخبری ملی کہ ربّ ناراض بھی نہیں ہے آج مجھ سے خوش ہے یہ خوشی اور بڑھ جاتی ہے: ﴿رَاضِيَةً﴾ (تیرا ربّ تجھے راضی کرے گا (تو راضی رہے گی اب ساری تکلیفیں ختم ہیں آج کے بعد کوئی تکلیف ہے ہی نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا)) ﴿مَّرۡضِيَّةً﴾ (اور تیرا ربّ تجھ سے راضی ہے)۔

اور خوشخبری ہے: ﴿فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ﴾: اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا شامل ہو جا۔

نیک بندے کون ہیں؟ الانبیاء، والصدیقین، والشہداء، والصالحین؛ دنیا میں ملاقات نہ ہو سکی لیکن آخرت میں ملاقات ہو گی حوض کوثر پر بھی ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی جنت میں بھی ہو گی۔

﴿ فَادۡخُلِيۡ فِيۡ عِبٰدِيۡ ﴾ اور اس سے بڑھ کر: ﴿ وَادۡخُلِيۡ جَنَّتِيۡ ﴾ : اور میری جنت میں داخل ہو جا انبیاء کے ساتھ صدیقین کے ساتھ شہداء اور صالحین کے ساتھ۔

اس عظیم سورۃ کا اختتام جنت سے ہوا ہے، ان پانچ یا چھ خوشخبریوں سے ہوا ہے، جو بھی اپنے ربّ سے ڈر جاتا ہے اور اپنے ربّ کی فرمانبرداری کرتا رہتا ہے اور خیر کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ صراط مستقیم پر چلتا رہتا ہے زندگی کیسی گزرے اسے پرواہ نہیں ہو گی اسے ایک بات کا یقین ہے کہ اس کے ساتھ جو بھی ہو رہا ہے اس کے ربّ کی طرف سے ہو رہا ہے، خیر ہے نعمتیں ہیں تو شکر ادا کرتا رہتا ہے، شر ہے تکلیفیں ہیں تو صبر کرتا رہتا ہے؛ شکر اللہ کے لیے کرتا ہے صبر بھی اللہ ہی کے لیے کرتا ہے۔

زندگی گزر گئی موت آگئی اختتام اس خوشخبری سے ہے: ﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝٢٧ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ۝٢٨ فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ ۝٢٩ وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ ۝٣٠﴾ واللہ أعلم۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (089: سورۃ الفجر کی مختصر تفسیر) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio